

غیرت کے نام پر قتل: فقہائے حنفیہ کی منتخب آرا کا جائزہ

منظور احمد

غیرت کے نام پر قتل ایک رسم اور رواج ہے جو مدتوں سے جاری ہے اور ہمارے دور میں بھی بہت سے علاقوں میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اس رسم کے مطابق ایک مرد اور عورت کو ناجائز تعلقات کی بنیاد پر قتل کر دیا جاتا ہے، قانونی اور روایتی اعتبار سے اس قتل کو عام قتل نہیں، بلکہ غیرت کے نام پر قتل گردانا جاتا ہے۔ مختلف زبانوں میں اس کے مختلف نام وضع کیے گئے ہیں؛ عربی میں اسے قتل الغیرۃ، انگریزی میں Honour Killing اور اردو میں غیرت کے نام پر قتل کہا جاتا ہے۔

یہ قدیم رسم زیادہ تر خواتین کے خلاف استعمال ہوتی ہے، کیوں کہ اکثر اس رسم کی بھینٹ چڑھنے والی خواتین ہوتی ہیں اور مردوں کی جان بچ جاتی ہے، جب کہ بعض اوقات دونوں اس کی زد میں آ جاتے ہیں۔ قبائلی علاقہ جات جہاں پرانی رسوم کثرت سے رائج ہیں وہاں اس رسم پر بڑی شد و مد کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے، چنانچہ وہاں اگر کوئی مرد اپنی ماں، بیوی، بہن، بیٹی یا کسی اور رشتہ دار خاتون پر یہ الزام لگا دے کہ اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں تو یہ دونوں واجب القتل شمار ہوتے ہیں۔ مرد کی طرف سے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر مرد اپنے دیرینہ جھگڑے مٹانے، زمین و زر کے حصول، قرض سے گلو خلاصی، دوسری شادی، کسی ناپسندیدہ عورت سے جان کے چھٹکارے یا اس طرح کے دیگر مقاصد کے حصول کے لیے بھی عورت پر کسی مرد کے ساتھ تعلقات کا الزام لگا دیتے ہیں اور کاروباری قرار دے کر اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہ لیبل بعض اوقات اپنے کسی مخالف کی جان لینے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، جس میں مخالف کو ٹھکانے لگانے کے لیے اپنی بے گناہ بیوی یا کسی رشتہ دار خاتون کو بھی قربان کر دیا جاتا ہے۔ بعض علاقوں میں تو یہ رواج ایک قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۰۰۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے غیرت کے نام پر قتل کے خلاف ایک بل پاس کیا جس میں اس جرم کے مرتکب کے لیے پچیس سال قید یا پھر سزائے موت مقرر کی گئی تھی، لیکن آئندہ سال یعنی ۲۰۰۵ء میں

غیرت کے نام پر قتل ہونے والی خواتین کی تعداد ۲۹۰ تھی جب کہ ۲۰۰۶ء میں پاکستان کے اندر غیرت کے نام پر قتل ہونے والی خواتین کی تعداد بڑھ کر ۵۷۰ ہو گئی۔ اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سخت قانون اور سزا کے ہوتے ہوئے بھی غیرت کے نام پر قتل کے واقعات میں کمی ہونے کی بجائے اس میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ صورت حال آج بھی موجود ہے، چنانچہ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں سالانہ ۵۰۰ خواتین غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں۔

ہیومن رائٹس کمیشن کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۰ء میں پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل ہونے والی خواتین کی تعداد ۷۹۱ تھی، ۲۰۱۱ء کے پہلے نو ماہ میں ۶۷۵ خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا، تنظیم کی جانب سے جمع کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق ان ۶۷۵ واقعات میں سے دو تہائی ایسے ہیں جن میں شادی شدہ خواتین پر غیر مردوں سے جنسی تعلقات کا الزام لگایا گیا تھا۔^(۱)

اس ساری تفصیل کا مقصد اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ملک میں غیرت کے نام پر قتل کے خلاف سخت قانون کے ہوتے ہوئے بھی ہر سال اس طرح کے واقعات میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو محض غیرت کے پیش نظر اس طرح کا اقدام کرتے ہیں اور جوش میں آکر اپنی بیوی یا کسی دوسری رشتہ دار خاتون کو قتل کر دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ وہ ہیں جو اپنے علاقے کی رسم اور رواج کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کام کرتے ہیں، بعض جگہ باقاعدہ جرگے میں اس طرح کے قتل کا فیصلہ ہوتا ہے، یہ رواج عموماً قبائلی علاقوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔

ایسے لوگ بھی آپ کو کافی تعداد میں ملیں گے جو اہل علم ہیں یا جن کا تعلق اہل علم سے ہے، وہ اس طرح کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں اور اس پر اپنی طرف سے دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ ان حضرات نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے ان میں سے ایک اہم دلیل فقہائے حنفیہ کی چند آراء ہیں جو تقریباً فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کو اگر سرسری نظر سے دیکھا جائے تو یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ غیرت کے نام پر قتل جائز ہے۔ معاشرے کے بہت سے دین دار لوگ ان دلائل سے متاثر ہو کر غیرت کے نام پر قتل کے مرتکب ہو جاتے ہیں، اس وجہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ فقہائے حنفیہ کی ان آراء کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اور اگر واقعاً ان کی وجہ سے اہل علم اور

1- Human Rights Commission of Pakistan Annual report 2010,2011
<http://www.hrcp-web.org/chrcp/web/wp-content/pdf/AR2010.pdf>
<http://www.hrcp-web.org/chrcp/web/wp-content/pdf/AR2011.pdf>

دین دار طبقے میں غلط فہمی پائی جاتی ہے تو اسے دور کیا جائے تاکہ وہ لوگ ان آرا کی وجہ سے قتل ناحق جیسے جرم کے ارتکاب سے بچ سکیں۔

اس تمہید کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف آتے ہیں۔ بغیر نکاح کے مرد و عورت کا آپس میں مباشرت کرنا زنا کہلاتا ہے، قرآن کریم نے مرد اور عورت دونوں کو سختی کے ساتھ زنا سے منع کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوَاجَ الَّذِي أَنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾^(۲) (اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو، وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔)^(۳)

قرآن وحدیث میں زنا کو نہ صرف یہ کہ بے حیائی اور بری راہ سے تعبیر کیا گیا ہے بلکہ اس کو حد میں داخل کر کے اس کی کڑی سزا مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ شریعت ایک طرف یہ حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زنا کرے اور شرعی شہادت سے اس کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دو جو کسی اور جرم میں نہیں دی جاتی کہ اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگ سار کرو اور غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو کوڑے لگاؤ۔ دوسری طرف یہ فیصلہ دیتی ہے کہ کوئی شخص بغیر کافی ثبوت کے دوسرے کو اس فعل بد سے متہم نہ کرے ورنہ اسے تہمت کی سزائی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں تاکہ آئندہ وہ اپنی زبان سے ایسی بات کہنے کی جرأت نہ کرے۔

اگر بالفرض کسی نے دوسرے کو اپنی آنکھوں سے بدکاری کرتے ہوئے دیکھ بھی لیا ہے تو بھی اسے خاموش ہی رہنا چاہیے اور دوسروں تک اسے نہیں پہنچانا چاہیے، تاکہ گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے پھیلے نہیں، البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہوں تو معاشرے میں بے ہودگی کے چرچے کرنے کی بجائے معاملہ عدالت یا مجاز فورم تک لے جائے اور ملزموں کا جرم ثابت کر کے انہیں سزا دلوائے۔

کاروکاری یا زنا کاری کا عام مفہوم جس سے ہر شخص واقف ہے یہ ہے کہ مرد و عورت میاں بیوی کے رشتے کے بغیر باہم مباشرت کریں۔ اس فعل کا اخلاقاً برا، مذہباً گناہ ہونا، معاشرتی اعتبار سے معیوب اور قابل اعتراض ہونا ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم ترین زمانے سے آج تک تمام انسانی معاشرے متفق رہے ہیں اور اس سے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اپنی عقل کو نفس پرستی کے تابع کر دیا ہے، کسی نے آج تک اختلاف نہیں کیا۔ اس عالم گیر اتفاق رائے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت زنا کی حرمت کا خود تقاضا کرتی ہے، اس فعل کے عقلاً، مذہباً اور

۲۔ القرآن، ۱۷: ۳۲۔

۳۔ محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۰ء)، ۶۰۶۔

معاشرتی طور پر برہانہ ہونے کی بنا پر تقریباً ہر معاشرے میں بالعموم اور اسلامی معاشرے میں بالخصوص معاشرے کے افراد جب کسی مرد اور عورت کو اس طرح کی حالت میں دیکھتے ہیں تو ان کی طرف سے اس پر سخت رد عمل سامنے آتا ہے، وہ رد عمل بعض اوقات زبانی ہوتا ہے، بعض دفعہ ہاتھ چلانے کی نوبت آ جاتی ہے اور بعض دفعہ انتہائی سخت رد عمل سامنے آتا ہے جس کے نتیجے میں اسلحہ نکل آتا ہے اور اس فعل کے مرتکب کو جان سے مار دیا جاتا ہے۔ اس فعل پر اس طرح کے جذبات کا اظہار شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

کسی عورت کو زنا کے ساتھ متہم کیا جائے یا کسی مرد اور عورت کو زنا یا دواعی زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ کر اسی وقت یا بعد میں زبان یا ہاتھ سے رد عمل کا اظہار کیا جائے تو اس کی کئی صورتیں بنتی ہیں:

۱- کوئی شخص بیوی کے علاوہ کسی عورت پر بدکاری اور زنا کی تہمت لگاتا ہے، خواہ وہ اس کی محرمہ ہو یا اجنبیہ، اور یہ الزام یقین کی بنا پر ہو مثلاً اس نے اپنی آنکھوں سے اسے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو یا محض شک اور شبہ کی وجہ سے ہو۔

اس کا حکم یہ ہے کہ الزام لگانے والے پر لازم ہے کہ وہ عدالت یا مجاز ادارے میں اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جماعۃ المسلمین کے سامنے چار مردوں کی گواہی سے اس الزام کو ثابت کرے، اگر وہ ثابت کر دیتا ہے تو عدالت عورت کو حد زنا لگائے گی، جو شادی شدہ ہونے کی صورت میں رجم اور غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں سو کوڑے ہے اور اگر الزام لگانے والا اپنے دعوے کو چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکے اور عورت اس پر حد قذف لگانے کا مطالبہ کرے تو عدالت کی طرف سے اس پر تہمت کی سزا جاری ہوگی جو اسی کوڑے ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ﴾^(۴) (زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ۔)^(۵)

۴- القرآن، ۲۴: ۲۔

۵- عثمانی، آسان ترجمہ، ۴۳۔

اس کے بعد ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾^(۶) (اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ، اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔)^(۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِأَحَدَى ثَلَاثٍ: كُفْرٌ بَعْدَ إِسْلَامٍ، أَوْ زَنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بَغَيْرِ نَفْسٍ.“^(۸) (کسی مسلمان کا خون تین صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں حلال نہیں: اسلام کے بعد کفر کی صورت میں یا محسن ہونے کے بعد زنا کی صورت میں یا کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کی صورت میں۔)

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے اور غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہے، اور کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا یہ ہے کہ اسے اسی کوڑے لگائے جائیں، اور ایسا شخص فاسق اور سخت گناہ گار ہونے کی وجہ سے مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانے کو بالاجماع کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔^(۹)

۲- کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے خواہ وہ تہمت یقین کی بنیاد پر لگائے مثلاً اس نے اپنی آنکھوں سے اسے زنا کرتے ہوئے دیکھا، یا وہ شک کی بنیاد پر لگائے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو عدالت یا مجاز ادارے کے سامنے چار مرد گواہوں سے ثابت کرے، اگر وہ ثبوت پیش کر دے تو عدالت عورت کو زنا کی سزا دے گی، اور اگر وہ اپنے دعوے پر چار مرد گواہ پیش

۶- القرآن، ۲۴: ۴۔

۷- عثمانی، آسان ترجمہ، ۷۳۳۔

۸- ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن أبي داؤد، کتاب الدیات باب الإمام يأمر بالعفو في الدم (بیروت:

المكتبة العصرية)، حدیث: ۳۵۰۲۔

۹- علاء الدین محمد بن علی الحنفی، الدر المختار مع رد المحتار: کتاب الحدود، باب حد القذف (بیروت:

دار الفکر، ۱۹۹۲ء) ۳: ۳۳۔

نہ کر سکے اور بیوی لعان کا مطالبہ کرے تو ان کے درمیان لعان ہوگا، اور اس کے بعد عدالت ان کا نکاح فسخ کر دے گی۔^(۱۰)

۳- اگر کوئی شخص اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کے ساتھ کسی مرد کو خلوت یا دواعی زنا مثلاً بوس و کنار میں سے کوئی حرکت کرتے ہوئے دیکھے یا حالت زنا میں دیکھے تو پہلے شور مچا کر یاد دہمکی وغیرہ کے ذریعے ان کو روکے، اگر اس سے باز نہ آئیں تو بشرط قدرت قتل سے کم درجے کی مارپیٹ بھی کر سکتا ہے۔ عورت کو مار پیٹ کی یہ شرط ہے کہ وہ اس فعل بد پر راضی ہو، اگر وہ راضی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ زبردستی کی جارہی ہو تو وہ چوں کہ معذور ہے اس وجہ سے اسے مارپیٹ نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ”سُئِلَ الْهِنْدُوَانِيُّ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - عَنْ رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيْحُلُّ لَهُ قَتْلُهُ؟ قَالَ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَنْزِجُرُ عَنِ الزَّوْنَا بِالصِّيَاحِ وَالضَّرْبِ بِمَا دُونَ السَّلَاحِ لَا يَحِلُّ.“^(۱۱) (ہندووانی رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا تو کیا اس کے لیے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر وہ سمجھتا ہے کہ وہ شور شرابا اور اسلحہ سے کم درجے کی کسی چیز سے مارنے سے زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہیں۔)

اس عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ ایسی صورت حال میں اگر شور اور قتل سے کم درجے کی مارپیٹ سے روکنا ممکن ہو تو قتل کا اقدام جائز نہیں، مزید تفصیلات کے لیے فتاویٰ ہندیہ کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔
۴- کسی شخص نے اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کے ساتھ کسی مرد کو خلوت میں یا دواعی زنا یا زنا کی حالت میں دیکھا اور عورت مجبور تھی تو عورت کا قتل کسی صورت میں جائز نہیں، نہ معصیت کے ارتکاب کی حالت میں اور نہ اس کے بعد۔^(۱۲)

۱۰- القرآن ۲۴: ۶، ۷، ۸، ۹؛ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب اللعان،

شرائط وجوب اللعان (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء)، ۳: ۲۳۰۔

۱۱- نظام الدین البلقی و دیگر، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر (بیروت: دار الفکر ۱۳۱۰ھ)، ۲:

۱۶۷۔

۱۲- محمد امین بن عمر ابن عابدین الثامی، رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر (بیروت: دار

الفکر، ۱۹۹۲ء)، ۴: ۶۳، ۶۴۔

۵- کسی شخص نے اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کے ساتھ کسی مرد کو خلوت میں دیکھا، انھوں نے زنا یا دواعی زنا میں سے کوئی حرکت نہیں کی اور عورت خلوت پر راضی بھی تھی تو اس صورت میں مرد یا عورت کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ جائز ہے جب کہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر زنا یا دواعی زنا میں سے کوئی حرکت نہ پائی گئی ہو تو محض خلوت کی وجہ سے انہیں قتل کرنا جائز نہیں۔ (۱۳)

۶- کوئی شخص اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کو کسی مرد کے ساتھ خلوت میں دواعی زنا یا زنا کرتے ہوئے پائے اور مرد و عورت دونوں اس پر راضی ہوں اور وہ ارتکاب معصیت کے وقت کچھ نہ کہے تو بعد میں مرد اور عورت میں سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جن حضرات نے قتل کو جائز قرار دیا ہے انھوں نے تغیر منکر اور نہی عن المنکر کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے اور نہی عن المنکر صرف ارتکاب معصیت کی حالت میں جائز ہوتا ہے، اس کے بعد نہی عن المنکر کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ (۱۴)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بعض متاخرین کے مطابق حد کا اختیار صرف امام کو حاصل ہے اور تعزیر کا حق شوہر، مولیٰ اور ہر اس شخص کو حاصل ہے جو کسی کو معصیت اور گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھے۔ (۱۵)

واضح رہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ جو کہا ہے کہ حالت مباشرت میں ہر شخص کو تعزیر کا اختیار ہے اس میں تعزیر سے مراد اس کا اصطلاحی معنی نہیں بلکہ اس کا لغوی معنی یعنی سزا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص نہی عن المنکر کی حیثیت سے ہاتھ سے بھی روک سکتا ہے بشرطے کہ اس کے علاوہ روکنے کی کوئی صورت نہ ہو، اصطلاحی معنی کے اعتبار سے تو تعزیر کا اختیار صرف حکومت کو ہوتا ہے اور کسی کو نہیں ہوتا۔

۱۳- ابن عابدین، نفس مرجع۔

۱۴- زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم المصری، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، کتاب الحدود، فصل في التعزير

(بیروت: دار الكتاب الإسلامي، س-ن)، ۵: ۵۴۔

۱۵- ابن عابدین، مرجع سابق، ۴: ۶۰۔

یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہمارے معاشرے میں عموماً یہی صورت حال پیش آتی ہے کہ کسی نے مرد اور عورت کو کسی قابل اعتراض حالت میں دیکھا نہیں ہوتا، بلکہ بعد میں کسی کے الزام لگانے یا کسی کے کہنے کی وجہ سے شک کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ اگر کسی نے اپنی آنکھوں سے مرد اور عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اس وقت کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تو وقت کے گزر جانے کے بعد کسی صورت میں مرد اور عورت کا قتل جائز نہیں۔ البتہ اگر اس کے پاس ثبوت موجود ہے تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کر سکتا ہے۔

۷۔ کوئی شخص اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبیہ کے ساتھ کسی مرد کو دواغی زنا یا زنا کی حالت میں دیکھے اور وہ دونوں اس پر راضی بھی ہوں اور قتل کے بجائے انھیں اس برائی سے روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو ان میں سے کسی ایک یا دونوں کو قتل کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اس کے بارے میں اصل اور بنیاد علامہ ہندوانی کا ایک فتویٰ ہے جس کو تقریباً تمام فقہانے نقل کیا ہے، اور مذکورہ صورت کے حکم میں اسی کو بنیاد بنایا ہے۔ یہ فتویٰ علامہ زیلیعی نے یوں نقل کیا ہے: ”وَسُئِلَ الْهِنْدُوَانِيُّ عَنْ رَجُلٍ وَجَدَ رَجُلًا مَعَ امْرَأَةٍ يَحِلُّ لَهُ قَتْلُهُ قَالَ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَنْزِجُ بِالصَّبِيحِ وَالضَّرْبِ بِمَا دُونَ السَّلَاحِ لَا وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَنْزِجُ إِلَّا بِالْقَتْلِ حَلَّ لَهُ الْقَتْلُ وَإِنْ طَاوَعَتْهُ الْمَرْأَةُ حَلَّ لَهُ قَتْلُهَا أَيُّضًا.“ (۱۶)

(ہندوانی رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا تو کیا اس کے لیے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر وہ سمجھتا ہے کہ وہ شور شرابا اور اسلحہ سے کم درجے کی کسی چیز سے مارنے سے زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہیں اور اگر اسے یقین ہو کہ قتل کے بغیر وہ باز نہیں آئے گا تو اس کے لیے مرد کو قتل کرنا حلال ہے اور اگر عورت بھی اس پر راضی ہو تو عورت کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔)

محقق چلی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف سے صورت مسئلہ یوں منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی، محرمہ یا باندی کے ساتھ کسی مرد کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اور قتل کے سوا روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو مرد کو اور اگر عورت اس پر رضامند ہو تو اس کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ اور امام محمد سے منقولہ روایت کے مطابق

۱۶۔ عثمان بن علی الزلیعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر (قاہرہ: المطبعة

الکبری الأمیریہ، ۱۳۱۳ھ)، ۳: ۲۰۸۔

اگر کوئی شخص کسی مرد کو کسی بھی عورت کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھے تو مرد کو قتل کرنا جائز ہے بشرطے کہ وہ شادی شدہ ہو، جب کہ علامہ ہندوانی کی مذکورہ روایت کے مطابق اگر کسی مرد کو کسی بھی عورت کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے بشرطے کہ دیکھنے والے کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ قتل کے سوا کسی دوسرے طریقے سے باز نہیں آئے گا، اگر کسی دوسرے طریقے سے باز آسکتا ہو تو قتل جائز نہیں اور اگر عورت زنا پر راضی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔^(۱۷)

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے بھی یہی صورت مسئلہ ذکر کی ہے۔^(۱۸) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے بھی یہی صورت ذکر کی ہے اور ان کے مطابق اجنبیہ اور محرمہ میں فرق ہے وہ یہ کہ اجنبیہ کے ساتھ زنا کی حالت میں اگر کسی کو دیکھا جائے تو قتل تب جائز ہے جب کہ وہ شور شرابے وغیرہ کسی دوسرے طریقے سے اس حرکت سے باز نہ آئیں، ورنہ قتل جائز نہیں، جب کہ بیوی اور محرمہ کے ساتھ دیکھنے کی صورت میں بغیر کسی شرط کے قتل جائز ہے، جیسا کہ صاحب منیہ نے نقل کیا ہے۔^(۱۹) علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے بھی یہی صورت ذکر کی ہے اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی شرح میں اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔^(۲۰)

ان تمام حضرات کی عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی مرد کو کسی عورت کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا جائے تو مرد کو اور اگر عورت اس پر راضی ہو تو دونوں کو قتل کرنا جائز ہے، خواہ وہ عورت دیکھنے والے کی بیوی ہو، محرمہ ہو یا اجنبیہ ہو، صرف ایک شرط ہے وہ یہ کہ قتل کے سوا اس برائی سے روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ جب کہ ہندیہ میں صورت مسئلہ اس سے مختلف ذکر کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ قتل کا حکم صرف اس وقت ہے جب کہ کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ حالت زنا میں پائے، کیوں کہ اس میں ”مع امرأتہ“ کے الفاظ مذکور ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی عورتوں کے بارے میں یہ حکم نہیں ہے اور بیوی کے ساتھ پانے کی

۱۷- شہاب الدین احمد بن محمد الشلبی، حاشیۃ الشلبی علی فتح القدیر، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر (کوئٹہ: مکتبۃ رشیدیہ، س-ن)۔

۱۸- کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام السیواسی، فتح القدیر، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر (کوئٹہ: مکتبۃ رشیدیہ)، ۵: ۳۳۶۔

۱۹- ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ۵: ۴۵۔

۲۰- ابن عابدین، رد المحتار: کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ۴: ۶۴۔

صورت میں بھی یہ حکم تب ہے جب کہ شور شرابے وغیرہ سے باز آنے کی کوئی صورت نہ ہو۔^(۲۱) علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے یہی صورت ذکر کی ہے۔^(۲۲)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے منیہ کے حوالے سے جو صورت مسئلہ نقل کی ہے اس سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کا یہ حکم اس صورت میں ہے جب کسی کو اپنی بیوی یا محرمہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھے، دوسرا یہ کہ اس میں قتل کا حکم مطلق ہے خواہ دوسرے طریقے سے باز آنے کی امید ہو یا نہ ہو۔^(۲۳)

فتاویٰ خانہ میں اس مسئلے کی تعبیر یوں کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی یا کسی دوسرے کی بیوی کے ساتھ حالت زنا میں دیکھے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے، لیکن اس کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ شخص شادی شدہ ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قتل بطور حد کے ہے، کیوں کہ شادی شدہ کی حد قتل اور رجم ہوتی ہے، دوسری یہ کہ وہ قتل کے علاوہ کسی دوسرے طریقے سے باز نہ آئے۔^(۲۴) جب کہ علامہ شامی نے منحة الخالق میں اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ قتل بطور حد کے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے ہے۔^(۲۵)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس آخری صورت (نمبر ۷) کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ فقہاء کی مذکورہ عبارات سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس صورت میں قتل جائز ہے۔

اس سلسلے میں مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی قتل کے علاوہ کسی طریقے سے مرد اور عورت کو روکنے کی کوشش کی جائے، مثلاً شور مچا کر، ڈرا دھمکا کر، یا انتظامیہ اور یا مجاز ادارے کو اطلاع کر کے انھیں

۲۱- البیہقی، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ۲: ۱۶۷۔

۲۲- ابن عابدین، منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر (بیروت: دارالکتاب الاسلامی، س-ن)، ۵: ۴۴ وما بعد۔

۲۳- ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ۵: ۴۵۔

۲۴- فخر الدین محمود اوزجندی، فتاویٰ خانہ علی ہامش الہندیہ، کتاب الحدود (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س-ن)۔

۲۵- ابن عابدین، منحة الخالق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ۵: ۴۴ وما بعد۔

روکا جائے، اگر دیکھنے والا ان طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کر لیتا ہے تو وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا، اس کے لیے اس صورت میں بھی برائی کو قتل کے ذریعے ختم کرنا جائز نہیں قرار دیا جاسکتا؛ اس کی وجہ مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی وجہ

۱- قتل کے جائز ہونے کے بارے میں فقہاء کی جو عبارات ماقبل میں ذکر کی گئی ہیں ان میں کئی اعتبار سے اختلاف پایا جاتا ہے، جس کی طرف ماقبل میں اشارہ کیا گیا ہے، یہاں مزید تفصیل نمبر وار پیش کی جاتی ہے:

۱- بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواز صرف بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھنے کی صورت میں ہے، جیسا کہ ہندیہ کی عبارت میں ہے، کیوں کہ اس میں ”امرأۃ“ کے الفاظ ہیں، جب کہ بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محرمہ اور اجنبیہ کے بارے میں بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ، محقق چلی وغیرہ کی عبارات میں ہے، کیوں کہ ان میں ”امرأۃ“ کے الفاظ ہیں۔

۲- بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مرد اور عورت رضامندی سے یہ کام کر رہے ہوں تو قتل کا حکم مطلق ہے، اس کے ساتھ مزید کوئی شرط نہیں، جیسا کہ منیہ کی عبارت میں ہے، جب کہ بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ قتل کے علاوہ شور وغیرہ کے ذریعے ان کو روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو، جیسا کہ ہندیہ کی عبارت میں ہے۔

۳- بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبیہ کے بارے میں تو یہ شرط ہے کہ قتل کے علاوہ کوئی طریقہ نہ ہو، جب کہ بیوی اور محرمہ کے بارے میں یہ شرط نہیں جیسا کہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے، جب کہ بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوجہ، محرمہ اور اجنبیہ تمام کے بارے میں یہ شرط ہے، جیسا کہ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ اور چلی کی عبارت میں ہے۔

واضح رہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اختلاف کا یہ جواب دیا ہے کہ منیہ کی عبارت مطلق ہے اور جن فقہاء کی عبارات میں یہ شرط مذکور ہے وہ مقید ہیں، اور مطلق کو مقید پر محمول

کیا جاتا ہے لہذا مطلق کو مقید پر محمول کر کے تمام عورتوں میں یہ شرط لگائی جائے گی۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ شرط اس وقت ہے جب کہ مرد اور عورت کو دواعی زنا کا مرتکب پایا جائے۔ اگر وہ زنا کرتے ہوئے پائے جائیں تو یہ شرط نہیں بلکہ مطلقاً ان کا قتل جائز ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ کے مطابق اس طرح یہ اختلاف ختم ہو جائے گا۔^(۲۶)

قابل غور بات یہ ہے کہ علامہ شامی کے ذکر کردہ جواب سے مذکورہ اختلاف تو ختم ہو جائے گا لیکن ایک اور اختلاف جنم لے گا جسے ہم چوتھا اختلاف قرار دیں گے وہ یہ ہے:

بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب کہ بالفعل دونوں کو زنا کرتے ہوئے دیکھا جائے، خلوت اور دواعی زنا کا یہ حکم نہیں، جیسا کہ منیہ کی عبارت میں ہے، کیوں کہ اس کے الفاظ ہیں ”وہو یزنی بہا“ جب کہ بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلوت اور دواعی زنا کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ الدر المختار کی عبارت میں ہے، کیوں کہ اس کے الفاظ ہیں ”وجد رجلاً مع امرأته“ جس کی شرح میں علامہ شامی کہتے ہیں کہ بظاہر اس سے مراد خلوت ہے، بشرطے کہ مرد کی طرف سے کوئی حرکت نہ دیکھی گئی ہو۔^(۲۷)

بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ زانی شادی شدہ ہو ورنہ قتل جائز نہیں، جیسا کہ امام محمد کا مذہب نقل کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قتل بطور حد کے ہے، جب کہ دوسری بعض عبارات اس پر دال ہیں کہ محسن ہونا شرط نہیں، کیوں کہ احصان کی شرط اس وقت ہوتی ہے جب کہ بطور حد کے قتل کیا جا رہا ہو اور یہاں قتل حد کے طور پر نہیں کیا جا رہا بلکہ نہی عن المنکر کے طور پر کیا جا رہا ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

فقہاء کے ان اختلافات کے ہوتے ہوئے ان کی مذکورہ عبارت سے قتل جیسے نازک حکم پر استدلال کرنا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

۲۶- ابن عابدین، رد المحتار، باب التعزیر، ۴: ۶۳۔

۲۷- ابن عابدین، نفس مرجع، ۴: ۶۳۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ جن حضرات نے اس صورت میں قتل کی اجازت دی ہے، انھوں نے اس حیثیت سے اجازت دی ہے کہ یہ نہی عن المنکر اور تغیر منکر ہے اور تغیر منکر کی ہر شخص کو اجازت بلکہ حکم ہے، اور اگر قتل کے بغیر تغیر منکر نہ ہو سکے تو اس کی خاطر قتل بھی جائز ہے، جیسا کہ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔ اس پر علامہ ابن الہمام نے تغیر منکر والی مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ ہیں: ”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.“ (۲۸) (تم میں سے جو شخص کسی منکر کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کر دے، اگر اس کی استطاعت

نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔) جس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے ہر ایک کو ہاتھ سے تغیر منکر کی اجازت دی ہے، لہذا مذکورہ صورت میں تغیر منکر کے طور پر قتل جائز ہے۔ (۲۹) لیکن موجودہ حالات میں بالخصوص ہمارے معاشرے میں زیر بحث مسئلے میں اس حدیث سے استدلال کر کے قتل کے جواز کو ثابت کرنا درست نہیں، اس کی بھی مختلف وجوہ ہیں، مثلاً:

۱- ایک وجہ یہ ہے کہ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں تغیر بالید کا حکم ہر ایک کو نہیں بلکہ حکم رانوں کو ہے، تغیر باللسان کا علما کو اور تغیر بالقلب کا عوام کو ہے۔ (۳۰) جب تغیر بالید کا حکم ہر ایک کو نہیں تو ہر ایک کے لیے تغیر بالید کے طور پر قتل کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ عوام کو تغیر بالید کا حکم ہے یا نہیں؟ سابقہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور یہ اصول ہے کہ مجتہد فیہ مسئلے میں حکم حاکم رافع خلاف

۲۸- مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، باب کون النہی عن المنکر من الإیمان (بیروت: دار إحياء التراث العربی، س-ن) ۱: ۶۹، رقم: ۴۹۔

۲۹- ابن الہمام، فتح القدیر (بیروت: دار الفکر) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ۵: ۳۲۶۔

۳۰- ابو الحسن علی بن (سلکان) محمد نور الدین الملا الروی القاری، مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب ما لا يدعی علی المحدود (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۲ء)، ۶: ۲۳۷۹۔

ہوتا ہے،^(۳۱) اور یہ بات واضح ہے کہ قانون کی رو سے اس طرح تغیر بالید اور قتل کرنا منع اور قابل سزا جرم ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرا اور یہ قانون خلاف شریعت بھی نہیں، کیوں کہ اگر ہر ایک کو اس طرح تغیر بالید کی اجازت دے دی جائے تو معاشرے میں بد امنی اور فساد پیدا ہو جائے گا، اور یہ بھی اصول ہے کہ جائز امور میں قانون کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔^(۳۲) لہذا اس قانون کے ہوتے ہوئے کسی کے نزدیک بھی قتل کی صورت میں تغیر منکر کی اجازت نہیں ہوگی۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ علمائے تغیر بالید کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ اس کے نتیجے میں جس منکر سے روکا جا رہا ہے اس سے بڑی برائی اور فساد لازم نہ آئے ورنہ تغیر بالید جائز نہیں ہوگا۔^(۳۳)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے امام الحرمین کے حوالے سے اس بارے میں بڑی اہم بات نقل کی ہے کہ اگر تغیر بالید کی صورت میں فتنہ و فساد، جنگ و جدل اور اسلحہ نکل آنے کا خطرہ ہو تو تغیر بالید کی اجازت نہیں ہوگی، بلکہ اس صورت میں برائی کو دیکھنے والے کی صرف اتنی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ حاکم کو اس کی اطلاع کر دے اس طرح وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔^(۳۴)

آج کے دور میں قتل کی اجازت دینے سے ایک تو لا قانونیت یہ ہوگی کہ لوگوں میں امانت اور دیانت نہ ہونے کی وجہ سے اغراض نفسانیہ اور ذاتی دشمنی کی خاطر قتل کا دروازہ کھل جائے گا، جس سے معاشرے میں وہ بد امنی اور بے چینی لازم آئے گی جو کسی سے مخفی نہیں، دوسرے اس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان جنگ و جدل، قتال اور اسلحہ کا اظہار لازم آئے گا، اور یہ دونوں چیزیں اس منکر سے کہیں بڑھ کر ہیں جس کو روکنے کے لیے ہر آدمی کے ہاتھ میں قتل کا اختیار دیا جا رہا ہے۔

۳۱- ابن عابدین، رد المحتار: کتاب الدعوی، ۵: ۴۲۲۔

۳۲- ابن عابدین، رد المحتار، باب العیدین، ۲: ۱۷۲۔

۳۳- القاری، مرقاة المفاتیح، باب الأمر بالمعروف، ۸: ۳۲۰۹۔

۳۴- یحییٰ بن شرف النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، باب بیان کون النہی عن المنکر من

الإیمان (بیروت: دار إحياء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ)، ۲: ۲۵۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں قتل کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ حدیث میں تو تغیر منکر کی اجازت دی گئی ہے، قتل تغیر منکر نہیں بلکہ یہ تو مرتکب منکر کو سرے سے ختم کر دینا ہے جس کی حدیث میں اجازت نہیں۔

پانچویں وجہ

پانچویں وجہ یہ ہے کہ حضرت سعد نے رسول اللہ ﷺ سے جب سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو وہ اسے قتل کر سکتا ہے کہ نہیں؟ تو آپ نے انھیں واضح طور پر قتل کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَجِدُ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، قَالَ سَعْدٌ: بَلَى، وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ.“ (۳۵) (سعد بن عبادہ انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے یہ بتائیے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کر سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، سعد نے کہا کیوں نہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ عزت دی ہے (وہ قتل کرے گا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! تمہارا سردار کیا کہتا ہے!)

جب حضور اقدس ﷺ نے واضح طور پر منع کر دیا تو یہ حدیث تغیر بالید والی حدیث کے اندر تخصیص پیدا کر دے گی، جس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس طرح کی صورت حال میں شوہر کے لیے زنا کی تغیر بقتل الزانی جائز نہیں۔ جب شوہر کے لیے یہ جائز نہیں تو کسی اور کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ اور جب زنا کی تغیر قتل سے جائز نہیں تو دواعی زنا کی تغیر قتل سے بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہوگی۔ واضح رہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جواب کا مقصد

۳۵۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها و غيرها بوضع

الحمل، ۲: ۱۱۳۵، رقم: ۱۴۹۸۔

حضور ﷺ کی بات کو رد کرنا نہیں تھا بلکہ قتل کی اجازت کے لیے دوبارہ رجوع کرنا مقصود تھا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمایا تو خاموش ہو گئے اور آپ ﷺ کی بات مان لی۔^(۳۶)

اس حدیث میں گو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی غیرت کی تعریف فرمائی، لیکن اس کے باوجود قتل کی اجازت نہیں دی۔ معلوم ہوا کہ غیرت اچھی چیز ہے لیکن اس کی وجہ سے قتل جائز نہیں، چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے اللہ کے رسول اگر میں اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا میں اس وقت تک اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا جب تک چار گواہ نہ لے آؤں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں، انھوں نے کہا ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو اس سے پہلے ہی تلوار کے ساتھ اس کا کام تمام کر دوں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسْمَعُوا إِلَيَّ مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ، إِنَّهُ لَغَيُورٌ، وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي.“^(۳۷) (اپنے سردار کی بات سنو، وہ بڑے غیرت مند ہیں، میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں۔) معلوم ہوا کہ قتل نہ کرنے کا حکم غیرت کے خلاف نہیں، کیوں کہ یہ حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دیا ہوا ہے جو سب سے زیادہ غیرت مند ہیں۔

چھٹی وجہ

بیوی کو کسی کے ساتھ زنا کی حالت میں پانے کی صورت میں قتل کے ناجائز ہونے کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ ایسی بیوی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے لعان کا حکم موجود ہے جو اسی صورت کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ جب ایک ایسا راستہ موجود ہے جس میں کسی خطرے اور فتنے کا اندیشہ نہیں تو اس کے ہوتے ہوئے قتل جیسے خطرناک راستے کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے، اگر قتل ہی ضروری ہوتا تو پھر لعان کا حکم کیوں نازل ہوا؟ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اگر کوئی شخص کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ پائے تو اگر زبان سے کچھ کہتا ہے تو آپ اسے تہمت کی سزا دیں گے اور اگر اسے قتل کر دے تو

۳۶۔ محمد تقی الثانی، تکملة فتح الملهم، کتاب اللعان (کراچی: مکتبة دار العلوم، س۔ن)، ۱: ۲۵۵۔

۳۷۔ امام مسلم، صحيح مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها و غيرها بوضع الحمل، ۲: ۱۱۳۵، رقم: ۱۴۹۸۔

آپ اسے قصاص میں قتل کر دیں گے اور اگر خاموش رہے تو یہ غم و غصہ دل میں پالے رکھے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مشکل کے حل کے لیے دعا فرمائی تو لعان کی آیات نازل ہوئیں۔^(۳۸)

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا جو واقعہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اس میں بالکل واضح طور پر موجود ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا لیکن دونوں کو کچھ نہیں کہا، بلکہ صبح رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس کے بارے میں حکم پوچھا، ان کا یہ سوال آپ ﷺ کو بہت برا لگا۔ لوگ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی ہلال کو تہمت کی سزا دیں گے اور ان کی گواہی ناقابل قبول قرار دیں گے، ہلال کہنے لگے اے اللہ کے نبی مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے سوال سے آپ ﷺ کو پریشانی ہوئی لیکن اللہ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں، رسول اللہ ﷺ انھیں تہمت کی سزا دینے کا ارادہ کر چکے تھے کہ لعان کی آیات نازل ہوئیں۔^(۳۹)

ان روایات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں مرد یا عورت کو قتل کرنے کے بجائے کسی دوسرے طریقے سے روکا جائے اور اگر آئندہ کے لیے مرد کی غیرت عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا گوارا نہ کرے تو لعان یا طلاق کے ذریعے اسے اپنی زوجیت سے علاحدہ کر دے۔ جب بیوی کے بارے میں یہ حکم موجود ہے تو اسے قتل کرنا جائز نہیں ہوگا، اور جب بیوی کو قتل کرنا جائز نہیں تو دوسری عورتوں کا قتل بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

واضح رہے کہ بعض علما نے اس مسئلے میں قضا اور دیانت کا فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسی حالت میں قتل کرنا قضاء تو جائز نہیں ہے، اگر قتل کر دیا تو عدالت میں چار گواہوں سے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ مقتول زنا کا مرتکب پایا گیا جس کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا، ورنہ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا یہاں تک کہ اگر اس پر دو گواہ بھی پیش کر دیے تو بھی اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ البتہ دیانتاً یعنی اللہ کے ہاں اس سے مواخذہ نہ ہوگا، بشرطے کہ زانی شادی شدہ ہو اور اس نے ایسا فعل کیا ہو جس کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے۔ دیانت اور قضاء کے اس فرق پر ان کا استدلال حضرت سلمہ بن محبت کی روایت سے ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور اس میں ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی موافقت کی اور فرمایا: ”كَفَى بِالْسَّيْفِ شَاهِدًا“ (تو اس کا کافی شہادت ہے۔) پھر

۳۸۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب اللعان، ۲: ۱۱۳۵، رقم: ۱۴۹۸۔

۳۹۔ احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، مسند عبد اللہ بن عباس (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱ء)، ۴: ۲۱۳۱،

رقم: ۳۴۔

فرمایا: ”لَا، أَخَافُ أَنْ يَتَّكَعَ فِيهَا السَّكْرَانُ وَالْغَيْرَانُ“ (۴۰) (نہیں نہیں مجھے خطرہ ہے کہ اس میں نشیلے اور غیرت مند لوگ مسلسل قتل کرنا شروع کر دیں گے۔)

ان حضرات کے مطابق آپ ﷺ کا پہلا ارشاد دیانت کے بارے میں ہے کہ دیانت کے طور پر قتل جائز ہے اور دوسرا قضا کے بارے میں ہے کہ قضا اس کی اجازت نہیں ہے۔ (۴۱)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہماری ناقص رائے میں اس روایت سے دیانتاً قتل کے جواز پر استدلال کرنا بھی درست نہیں، اس کی وجہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱- یہ حدیث ضعیف ہے، کیوں کہ اس کی سند میں ایک راوی قبصہ بن حریث بن قبیصہ ہیں جن پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ ابن حبان اور ابوالحسن البغلی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، جب کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ ان کی حدیث میں نظر ہے۔ ابن القطان رحمہ اللہ نے انھیں مجہول، امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے، ابن حزم رحمہ اللہ نے ان کو ضعیف مطروح، امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے غیر معروف علامہ خطابی رحمہ اللہ نے مجہول کہا ہے۔ اس وجہ سے علامہ البانی رحمہ اللہ اور دوسرے بعض حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۴۲) لہذا یہ حدیث ضعیف یا مختلف فیہ ہے اور اس طرح کی کم زور حدیث سے قتل جیسے اہم حکم پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔
- ۲- اگر حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو پہلے جو قتل کا حکم دیا گیا تھا بعد میں اسی سے ممانعت کی گئی، لہذا اگر وہ حکم دیانت کا تھا تو بعد میں ممانعت بھی دیانت ہی کی کی گئی، اس لیے یہ کہنا بظاہر درست نہیں ہو گا کہ اجازت دیانت کی وجہ سے ہے اور ممانعت قضا کے اعتبار سے ہے۔
- ۳- دیانتاً قتل کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں یہ واضح نہیں کہ کس بنیاد پر اس کی اجازت دی گئی ہے؟ چنانچہ اس میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ غیرت کی وجہ سے اجازت دی گئی ہے اگر یہ وجہ ہو تو

۴۰- السنن، سنن أبي داود، كتاب الحدود، باب في الرجم، ۴: ۱۴۳، رقم: ۴۴۱۷۔

۴۱- الثماني، تكملة فتح الملهم، كتاب اللعان، ۱: ۲۵۷۔

۴۲- محمد بن يزيد بن ماجه القزويني، سنن ابن ماجه مع تعليق محمد فؤاد عبد الباقي، كتاب الحدود، باب الرجل يجد مع امرأته رجلاً (بيروت: دار الجليل، ۱۴۱۸ھ)، ۲: ۸۶۸، رقم: ۲۶۰۶؛ احمد بن علي بن حجر العسقلاني، تهذيب التهذيب، حرف القاف (انديا: دائرة المعارف النظامية، ۱۳۲۶ھ)، ۸: ۳۱۰۔

اس کی بنا پر قتل اس وجہ سے صحیح نہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد کی روایت میں اس بنیاد پر قتل سے واضح طور پر منع فرمادیا ہے، کیوں کہ حضرت سعد نے جب قتل کی اجازت پر اصرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! تمہارے سردار کیا کہتے ہیں، وہ بہت غیرت مند ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیرت کی بنیاد پر قتل کو مناسب سمجھتے تھے اور حضور ﷺ نے جو قتل سے منع فرمایا اس میں غیرت اس سے زیادہ ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں۔ اس کے باوجود اگر قتل کی اجازت دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ غیرت حکم شرعی کے تابع نہیں ہوتی حالاں کہ غیرت وہی محمود ہے جو شریعت کے تابع ہو۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ قتل کی اجازت نہی عن المنکر اور تغیر منکر کی وجہ سے دی گئی ہے، اگر یہ وجہ ہو تو اس کا غلط ہونا سابقہ صفحات میں واضح کیا جا چکا ہے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ اجازت حد یا تعزیر کے طور پر دی گئی ہے کیوں کہ بعض اہل علم نے مرد کے قتل کے جائز ہونے کے لیے اس کے شادہ شدہ ہونے اور اس کی طرف سے ایسے فعل کے پائے جانے کی شرط لگائی ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔^(۴۳) کیوں کہ مرد کے ثیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شادی شدہ ہو جو کہ حد زنا کی شرط ہے، لیکن یہ وجہ اس لیے درست نہیں کہ تعزیر اور حد کا اختیار صرف حکومت یا اس کی طرف سے مجاز ادارے کو ہوتا ہے، ہر کس و ناکس کو اس کا اختیار حاصل نہیں۔

۴- اس طرح قتل کی اجازت سے ذاتی اغراض اور دشمنیوں کی خاطر قتل کا دروازہ کھلتا ہے، گویا دیانت پر مبنی یہ حکم جس برائی کو روکنے کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے اس سے بڑی برائی اور فساد کا پیش خیمہ ثابت ہو رہا ہے، لہذا سد ذریعہ کے اصول کے پیش نظر اس سے منع کر دینا چاہیے۔

۵- اگر کسی اسلامی ملک میں لوگوں کی مصلحت کی خاطر یہ قانون بنا دیا گیا ہو کہ ایسی حالت میں کسی کو قتل کی اجازت نہیں تو اس قانون کی اطاعت دینا بھی لازم ہوگی، اور اس کی وجہ سے جیسے قضاء قتل ناجائز ہوگا ایسے ہی دینا بھی قتل کی اجازت نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ ملک کا قانون کسی کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی کو ایسی حالت میں دیکھ کر خود قتل کر ڈالے، بلکہ قانوناً اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ متعلقہ محکمے کو

۴۳- الثانی، تکملة فتح الملہم، کتاب اللعان، ۱: ۲۵۷۔

اس کی اطلاع کرے اور اس سے سزا دینے کا مطالبہ کرے، اس طرح وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔

حاصل یہ کہ اپنی بیوی، بہن، بیٹی، ماں یا کسی دوسری محرمہ یا اجنبیہ عورت کو کسی مرد کے ساتھ حالت زنا، دواعی زنا یا خلوت میں دیکھنے کی صورت میں مرد یا عورت کو قتل کرنا شرعاً ناجائز اور قانوناً منع ہے۔ جب اس حالت میں قتل منع ہے تو محض ناجائز تعلق یا شبہ کی وجہ سے قتل کیسے جائز ہوگا؟ لہذا محض شوہر کے الزام لگانے سے عورت کو واجب القتل قرار دینا، کسی کے کہنے سے مذکورہ خواتین میں سے کسی کے قتل کو ضروری قرار دینا، شک و شبہ کی وجہ سے قتل کرنا، اس سے بڑھ کر ذاتی اغراض، دشمنی یا عورت سے جان چھڑانے کی خاطر ایسا کرنا بالکل جہالت اور سراسر غیر شرعی رواج ہے جس کی اتباع کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

